تعلیم وتربیت اور تعلیمات مہدویت کا ربط

مولف: مجتبیٰ گودرزی
مترجم: مولانا شیخ ممتاز علی

اس مقالہ میں تعلیم وتربیت پر مہدویت کی تعلیمات کے اثرات کے سلسلہ میں تحقیق پیش کی گئی ہے لہٰذا مقدمہ میں تعلیم وتربیت کے مفہوم کے بیان، ان دونوں کا رابطہ اور مہدویت کی تعلیمات میں جو اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے، ان کا مقام بیان کرنے کے بعد دو بنیادی تعلیمات یعنی معرفت امام عصرؑ اور انتظار ظہور پیش کر کے تعلیم وتربیت پر ان کے اثرات کی تحقیق کی گئی ہے۔ معرفت امام کی تعلیمات، شناخت خدا، دین کی حفاظت اور خلافت الٰہی کی پہچان میں ہمارے لئے مددگار ہے۔ ظہور کے انتظار کی تعلیمات بھی امید افزا، خود ساز اور دیگر ساز ہے۔ انسانوں کی تعلیم وتربیت پر ان تعلیمات کا بڑا اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔ تربیتی روش کے دامن میں نمونہ سازی، عملی مثالیہ اور وعظ ونصیحت کا جوہر پوشیدہ ہے اس میں انسانوں کے لئے کمال وسعادت کی ضمانت ہے۔ اس سے انسان اپنے مقصد تخلیق یعنی مقام قرب وعبودیت تک پہونچتا ہے۔ مہدویت کی تعلیمات میں انسان کی حقیقی اور فطری ضرورتیں موجود ہیں۔ مہدویت کی تعلیمات سے واقفیت اور اس پر عمل انسان کو منزل مقصود تک پہونچاتا ہے اس کے علاوہ دوسرے راستے گمراہی اور تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔

جدیدیت کی پر فریب چمک دمک نے بہت سی چیزوں خصوصاً اخلاق، تعلیم وتربیت اور انسانی معاشرہ کو انحطاط اور سقوط کی منزل تک پہونچادیا ہے۔ آسمانی اور انسانی تعلیم واقدار ترقی کے بجائے تنزلی کی طرف گامزن ہیں، علم کی طرف تیزی سے بڑھتے قدم ہدایت اور بچاؤ یعنی تربیت سے غافل ہیں۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات خصوصاً مہدویت، قبول حق کے لئے آمادہ انسانی دلوں کے لئے نور افشاں ہے۔ البتہ بعض اسلامی ممالک کی قابل افسوس حالت اور بعض مسلمانوں کی ان تعلیمات سے ناواقفیت، ایک دردناک صورت حال ہے جو امام زمانہؑ کے حقیقی منتظرین کے لئے باعث تشویش ہے۔

مشرقی اور مغربی ممالک ہی نہیں بلکہ اسلامی معاشرہ میں بھی مختلف وجوہات مثلاً غفلت، شناخت اور بصیرت کا فقدان، عملی مرحلہ میں سہل انگاری وغیرہ کی بنا پر انتظار، معرفت امام عصرؑ، تعجیل فرج کے لئے

دعا، امامت و مہدویت کی بنیاد، منتظرین کے اوصاف وفرائض وغیرہ جیسی باتیں کم رنگ ہو گئی ہیں اور فقط اس کا ڈھانچہ باقی رہ گیا ہے۔ مہدویت کے موضوع پر جس زاویہ سے بھی تحقیق ہو یہ در حقیقت خوش خبری، سعادت، معنویت، اخلاق عدالت و تقوی اور روشن مستقبل کی نوید ہے، اس کے علاوہ یہ موضوع الٰہی اور انسانی منشاء شمار ہوتا ہے۔

اس بنا پر تعلیم وتربیت کے میدان میں مہدویت کی تعلیمات واثرات کی تحقیق، مہدویت کے محققین کی بڑی ذمہ داری ہے۔ ہمارے خیال میں مہدی موعود کی عالمی حکومت میں اسلامی تعلیم وتربیت اور عقل محوری کو معاشرہ میں رائج کرنا، آپ کا اصلی لایحہ عمل ہوگا، جس سے لوگوں کی علمی ظرفیت اور معرفت حد کمال تک پہنچ جائے گی۔ امام محمد باقرؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"جب قائم قیام کریں گے تو لوگوں کی عقلی صلاحیت کو مرکزیت بخشیں گے اور اپنے (الٰہی نوازشوں والا) ہاتھ لوگوں کے سروں پر رکھیں گے، عقل وخرد کو کمال کی منزل عطا کریں گے اور لوگوں کے علم کو وسعت عطا فرمائیں گے"[1]۔

حضرت(عج) کی حکومت میں فکری اور عرفانی قلّت نہ ہوگی، علم کے سرچشمہ سے تمام افراد سیراب ہوں گے یہاں تک کہ خاتون خانہ بھی اس سے بے بہرہ نہیں ہوگی۔

امام محمد باقرؑ کی روایت اس طرح ہے:

"مہدی(عج) کی حکومت میں سب لوگ علم وحکمت حاصل کریں گے یہاں تک کہ خاتون خانہ بھی کتاب خدا وسنت پیغمبرؐ کے مطابق فیصلہ کرے گی"۔

قرآن کریم نے حضرت مہدی(عج) کی تشبیہ[2] آب خوشگوار سے دی ہے:

قُلۡ أَرَأَيۡتُمۡ إِنۡ أَصۡبَحَ مَاۤؤُكُمۡ غَوۡرࣰا فَمَن يَأۡتِيكُم بِمَاۤءࣲ مَّعِينِۭ[3]۔

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر تمہارے پینے کا پانی زمین میں چلا جائے گا تو تمہارے لئے آب رواں کون لائے گا۔

امام محمد باقرؑ نے آب حیات کو امام مہدی(عج) کے وجود اور لوگوں میں علم ومعرفت کی ترویج سے تعبیر کیا ہے۔

---

۱. محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، جلد ۵۲، ص ۳۳۶۔

۲. شیخ الصدوق، کمال الدین وتمام النعمہ، ج ا، ص ۳۲۵۔

۳. سورہ ملک، آیت ۳۰۔

تعلیم وتربیت، دین اسلام کی آسمانی تعلیم کا ایک رکن ہے اور خدا نے قرآن کریم میں تعلیم وتربیت کی علامت کے طورپر "قلم" کی قسم کھائی ہے اور اس کے ذریعہ انسان کو کرامت بخشی ہے[1]۔

رسول اکرمؐ نے بھی مسلمانوں پر حصول علم کو واجب قرار دیا ہے جس کے نتیجہ میں آنحضرتؐ اور ائمہ معصومینؑ کی کوششوں سے صدر اسلام میں معاشرہ کی شناخت تعلیم وتربیت سے وابستہ تھی اور آج بھی یہی صورت حال ہے۔ تعلیمات مہدویت جو تعلیم وتربیت کے لئے خصوصی محرک ہے وہ تعلیم وتربیت کے باب میں اسلام کا ایک بہت ہی مستغنی سر چشمہ ہے جو ماضی سے زیادہ آج اس کی پشت پناہی میں مصروف ہے اس بناپر اس عظیم سرچشمہ تک ہماری رسائی ان تعلیمات کی علمی اور عملی وسعت کے سلسلہ میں ہماری ذمہ داریوں میں اضافہ کر دیتا ہے۔

اسلامی تعلیمات احکام، عقائد اور اخلاق پر مشتمل ہے اور تعلیم وتربیت کی بحثیں اخلاق کے زمرہ میں شامل ہیں اس وجہ سے ہماری ذمہ داری بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ قوانین پر عمل درآمد میں سہل انگاری اور مہدویت کی قیمتی تعلیم سے غفلت، اخلاق کے رکن کو منہدم کرنے اور تدریجی ترقی کے راستے سے ہٹنے کے برابر ہے۔ اس میں اسلامی معاشرہ خصوصاً شیعہ سماج اور سچے منتظرین کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہے۔ مہدویت کی تعلیم کی تبیین اور شناخت اور تعلیم وتربیت پر اس کے اثرات کے سلسلہ میں خصوصی طورپر یہ مقالہ تحریر کیا جارہا ہے۔ اس کے مطالب تین موضوعات پر مشتمل ہیں:

۱. تعلیم وتربیت کے معنی اور دونوں کا باہمی ربط اور اس کی اہمیت۔
۲. اسلام میں تعلیم وتربیت کی اہمیت اور اس کے سایہ میں تدریجی ترقی۔
۳. تعلیمات مہدویت میں سے چند نمونوں کا انتخاب مثلاً امام عصرؑ کی معرفت، انتظار اور تعلیم وتربیت پر ان کا اثر۔

الف: تعلیمات مہدویت اور تعلیم وتربیت

۱. **تعلیم:** لفظ تعلیم باب تفعیل کا مصدر ہے یہ اپنے مادہ "ع ل م" سے مشتق ہے جو اصطلاح میں سکھانے کے معنی میں بولا جاتا ہے (سکھانے والے کا سیکھنے والے کی طرف معلومات منتقل کرنا[2])

---

۱. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ، ترجمہ: پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے وہی جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی۔ انسان جو نہیں جانتا تھا اس نے اس کا بتدریج علم عطا کیا (سورہ علق، آیت ۳-۵)۔

۲. سید مہدی صانعی، پژوہشی در تعلیم وتربیت اسلامی، ص ۱۴۔

راغب نے مفردات میں لکھا ہے مکرر بتانے کو تعلیم کہا جاتا ہے اس طرح کہ متعلّم کے ذہن میں اس کا اثر مرتب ہو[۱]۔ بعض کہتے ہیں کہ فکری توانائی میں ابتکار اور خلاقیت پیدا کرنا[۲] یا فکری توانائی اور انسانی عقلی پہلو کی پرورش کرنا تعلیم[۳] ہے۔ بہر حال فکری مسائل سے مرتبط ایک حصہ کو تعلیم اپنے دامن میں سمیٹتی ہے اور اس کا براہ راست عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیسے ریاضیات وفلسفہ۔ دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو تعلیم کا تعلق انسان اور حیوان سے مخصوص ہے کیونکہ جس طرح ارادہ، حافظہ اور تفکر کی طاقت انسان میں ہوتی ہے ویسے ہی یہ توانائی تھوڑی بہت غریزی صورت میں حیوان کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔ کلی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مختلف طریقوں مثلاً آنکھ کان وغیرہ کے ذریعہ علم کو دوسروں تک منتقل کردینے کا نام تعلیم ہے۔ یہ علم چاہے رشد[۴] وہدایت کا سبب بنے یا ظلم وفساد[۵] کا، چاہے انسان[۶] کے لئے ہو یا حیوان[۷] کے لئے، کلام[۸] کے ذریعہ منتقل ہو یا الہام ووحی[۹] کے توسط سے۔ اس مقالہ میں جس تعلیم کا ذکر کیا گیا ہے وہ انسان سے متعلق ہے اور وہ تعلیم مراد ہے جو رشد وہدایت کا سبب ہو جس کا سرچشمہ کلام وحی، معصومینؑ کی باتیں اور مہدویت کی تعلیم ہے۔

۲. **تربیت:** لفظ تربیت، عربی ہے اور باب تفعیل کا مصدر ہے۔ یہ لفظ کبھی غذا دینے، کبھی تہذیب اور اخلاق کو آلودگی سے پاک کرنے یا رشد وہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ راغب اصفہانی نے مفردات میں لفظ "رب" کے ذیل میں بیان فرمایا ہے کہ اپنے کمال[۱۰] کی آخری حد تک ایک حالت

---

۱. راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مادہ علم۔
۲. محمد علی سعادت، اخلاق اسلامی، ص ۹۔
۳. محمد حسن رحیمیان، اخلاق وتربیت اسلامی، ص ۱۷۔
۴. هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ ترجمہ: علم جو آپ کو ملا ہے اس سے آپ مجھے بھی تعلیم دیں گے کیا میں اس شرط کے ساتھ آپ کی پیروی کروں۔ (سورہ کہف، آیت ٦٦)۔
۵. فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ۔ ترجمہ: وہ لوگ ان دو فرشتوں سے وہ چیز سیکھتے تھے جو شوہر اور زوجہ کے درمیان جدائی ڈال دیتی تھی۔ (البقرہ، آیت ۱۰۲)۔
۶. عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ ترجمہ: انسان جو نہیں جانتا تھا اس نے اسے (بتدریج) یاد دلایا ہے۔ (علق، آیت ۵)۔
۷. وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللهُ ۔ ترجمہ: جن کتوں کو تم نے خدا کے دئے ہوئے علم سے تربیت دی اور سدھایا ہے تمہارے اوپر ان کا شکار حلال ہے۔ (سورہ مائدہ، آیت ۴)۔
۸. وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ ترجمہ: وہ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، (سورۂ جمعہ، آیت ۲)۔
۹. وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ ترجمہ: اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی۔ (مائدہ، آیت ۱۱۰) ۔
۱۰. الرب فی الاصل التربية وهو انشاء الشئی حالا فحالا الی حذا۔

سے دوسری حالت کی طرف کسی چیز کی تدریجی تحریک کا نام تربیت ہے، دہخدا نے اپنے "لغت نامہ" میں تربیت کا مطلب پرورش کرنا، تربیت کرنا اور سکھانا بیان کیا ہے۔

رُشد عطا کرنا، رشد وہدایت کی زمین ہموار کرنا، استعداد کو ابھارنے کا موقع فراہم کرنا اور کسی موجود کی پوشیدہ قوتوں کو فعلیت کے مرحلہ[۱] میں لانا، تربیت کے اصطلاحی معنی ہیں۔ کمال کے راستہ میں صلاحیتوں کو ابھارنے کے لئے موانع ختم کرنا اور مقتضیات فراہم کرنا تربیت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہاجائے کہ انسان کی اندرونی توانائیوں اور استعداد کو ابھارنے کا انتظام، تربیت ہے[۲]۔

پہلی تعریف میں دوسری تعریف کی بہ نسبت زیادہ عمومیت پائی جاتی ہے تربیت کی پہلی تعریف میں تمام موجودات شامل ہیں مثلاً سیب کے بیج میں شرائط واسباب جمع ہو جانے کے بعد، سیب بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اس وجہ سے کہاجاتاہے کہ سیب کے بیج میں سیب موجود ہے اسی طرح انسان کے اندر بھی تمام صلاحیتوں کو ابھارنے کے لئے حالات پیدا کرنا تربیت ہے۔

جنین کی حالت سے بلوغ تک، رشد انسانی کی طبیعی حالت میں روحانی اور اخلاقی استعداد کی پرورش کو معارف اسلامی میں تربیت کہتے ہیں۔ تربیت کے سلسلہ میں انسان کی ماہیت، اختیار کی بنیاد پر استوار ہے اسی وجہ سے علم اخلاق میں کہاجاتاہے کہ صاحب اختیار ہونے کی بناپر انسان مختلف ماہیتوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ حالانکہ دوسرے موجودات مثلاً حیوانات اور نباتات کے سامنے صرف ایک ماہیت ہوتی ہے مثلاً سیب میں صرف سیب بننے کی ماہیت پائی جاتی ہے، مرغ کے چوزہ میں صرف مرغ بننے کی ماہیت پوشیدہ ہوتی ہے لہٰذا انسانوں میں مختلف اور متناقض ماہیت اور شخصیت والے افراد پائے جاتے ہیں۔

انسان کی انسانیت، انسانی ماہیت کی رہین منت ہے لیکن جب اس کی پرورش اعتدال کی حد میں اندرونی صلاحیتوں اور روحانی وفطری پہلوؤں کے ساتھ کی جائے تب انسانیت کو ابھر کر سامنے آنے کا موقع ملتاہے۔ اس کے اندر بڑی گراں قدر اور حیرت انگیز صلاحیتیں موجود ہیں، پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں کہ "انسان سونے اور چاندی کے معدن کی طرح ہے"[۳]۔ ایسی بامعنی تعبیر کے سایہ میں انسان کو تربیت کرنے کی کوشش کرنی کرنی چاہئے تاکہ اپنی صلاحیتوں کے شکوفا ہونے کی راہ میں موجود موانع بر طرف ہو جائیں اور مساعد زمین ہموار ہو جائے اس طرح صلاحیتں ابھر کر سامنے آجائیں گی اور انسان الٰہی عطا کردہ صفات وکمالات سے

---

۱. امیر حسین بانکی پور واحمد قماشچی، تعلیم وتربیت از دیدگاہ مقام معظم رہبری، ج۱، ص ۵۳۔

۲. مجید رشید پور، آشنایی با تعلیم وتربیت اسلامی، ج۶، ص۱۱۔

۳. محمد باقر مجلسی، سفینۃ البحار، ج۲، ص ۱۶۸، مادہ عدن۔

متصف ہو جائے گا۔

ممکن ہے کوئی یہ سوال کرے کہ کیا دینی تربیت (جو کہ ہمارا موضوع بحث ہے) انسان کے اندر کوئی ایسی چیز ایجاد کرتی ہے جو اس کے اندر موجود نہیں تھی یا یہ کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ دینی تربیت کی بنیاد اس کے اندر موجود ہے؟ تربیت کی دوسری تعریف سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ تربیت کی بنیاد فطری ہے۔ اس میں کوئی تردید ہی نہیں کہ انسان موضوع تعلیم وتربیت ہے اور اس کے اندر فطری خصوصیت موجود ہے۔ دینی تعلیم بھی انہیں فطری باتوں پر مبنی ہے۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ منشائے تربیت، وحی اور کلام الٰہی ہے جو صلاحیتوں کو ابھارنے اور کامل تربیت کا باعث بنتی ہے"[1]۔

اس بنا پر اس تحقیق میں تربیت سے مراد وہ اسلامی تربیت ہے جس کا سرچشمہ وحی الٰہی اور تعلیمات انبیاء ومعصومین علیہم السلام ہیں۔

۳. **تعلیم وتربیت کا رابطہ اور فرق:** تعلیم وتربیت کی تعریف پر غور کرنے کے بعد یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ تعلیم، تربیت ہی کا ایک حصہ ہے کیونکہ تعلیم، انسان کے فکری پہلو کی طرف پلٹتی ہے اور وجود انسانی کی صلاحیتوں کی شگفتگی کا نام تربیت ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ہر میدان میں تربیت مستلزم تعلیم ہے کیونکہ تربیت دینے والا تربیت حاصل کرنے والے کو حقائق اور مطالب سے آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ علم وعمل کے ساتھ سکھائے ہوئے میزان کے مطابق روحانی اور معنوی پہلو کی پرورش کرسکے۔ اس بنا پر تربیت کے لئے تعلیم لازمی شرط ہے اور تربیت کے لئے تعلیم کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ تربیت کی بہ نسبت تعلیم کو عمومیت حاصل نہیں ہے۔ اس کے قوانین کے اجرا کے لئے یہ وسیلہ ہے۔ یہ اس کے عملی وسائل کا جزء شمار ہوتی ہے۔ کیونکہ صلاحیتوں کی پرورش کے لئے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اور تعلیم ایک وسیلہ ہے لیکن یہ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں، ان دونوں کے درمیان "عام وخاص مطلق" کی منطقی نسبت پائی جاتی ہے یعنی تعلیم، مصداق تربیت ہے لیکن ہر تربیت مصداق تعلیم نہیں ہے[2]۔

تعلیم کا مقصد تربیت کے مفہوم کی بہ نسبت محدود ہے، تعلیم کا فریضہ متعلّم کے ذہن کو آمادہ اور غنی کرنا ہے اور تربیت کا فریضہ، تربیت پانے والے فرد کے فطری میلانات اور متنوع استعداد کو آگے بڑھانے کا

---

۱. غلام رضا غیاثی، تعلیم وتربیت در اسلام، ج۱، ص ۲۷۔

۲. پژوہشی در تعلیم وتربیت اسلامی، ج۱، ص ۱۶۔

اہتمام ہے اسی وجہ سے آیات واحادیث میں تربیت پہلے مرتبہ پر ہے۔[1] یعنی اہمیت کے اعتبار روحانی اور معنوی معنوی تربیت، فکری تعلیم پر مقدم ہے کیونکہ تربیت کے بغیر تعلیم کا نتیجہ منفی ہوتا ہے اور اس کا غلط استعمال ہوتا ہے اس بناپر ہمارا عقیدہ ہے کہ تعلیمات مہدویت سے استفادہ کرنے کی بناپر فکری ہدایت اور سعادت کی راہ میں آگاہی کے ساتھ ساتھ اپنی تربیت کے سلسلہ میں قدم اٹھانے کا موقع ملتا ہے اور اس طرح آخری مقصد (قرب الٰہی) تک پہونچا جاسکتا ہے۔

۴. **تعلیمات مہدویت سے کیا مراد ہے؟**: مہدویت کی تعلیمات سے مراد مہدویت سے مربوط موضوعات جیسے حضرت مہدیؑ اور آپ کے ظہور و قیام کا عقیدہ ہے۔ اس کے علاوہ اصل امامت ومہدویت، امام کی معرفت، امام عصر(ع) کے وجود کے اثبات کی دلیلیں، آپ سے ملاقات کے امکانات، انتظار، دعائے فرج اور منتظرین کے فرائض وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں۔ اور اس مقالہ میں بحث کا موضوع بھی یہی ہے البتہ اس تحقیق میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مہدویت کی مختلف تعلیمات کے درمیان سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ امام عصر(ع) کی معرفت اور انتظار اور تعلیم وتربیت کے مختلف پہلووں پر اس کے اثرات کی تحقیق کی جائے جس کے نتیجہ میں ایک مستند اور معقول نتیجہ سامنے آئے۔

علمائے اخلاق تو تربیت کے موضوع پر ہمیشہ گفتگو کرتے ہیں اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے اخلاق ناصری میں اور امام غزالی نے کیمیائے سعادت میں اس موضوع پر کافی کچھ لکھا ہے جس سے اس موضوع کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ علم نفسیات اور تعلیم وتربیت کے ماہرین نے بھی اس موضوع اور تربیت کے عوامل پر بڑی بحث وگفتگو کی ہے اس کے علاوہ آج کی متمدن قومیں بھی تعلیم وتربیت کو بڑی اہمیت دیتی ہیں اور اسے انفرادی واجتماعی زندگی کے لائحہ عمل کا عنوان قرار دیتی ہیں اس لئے کہ انہیں یہ بات معلوم ہے کہ آرام وآسائش، مہارت و تخصص اور انسان کی سعادت وکمال اور صحیح سمت میں اس کا سفر، تعلیم وتربیت کے بغیر ناممکن ہے۔

انسانی زندگی میں تربیت بڑا مشکل عمل ہے۔ کیونکہ انسان بڑی پیچیدہ خصوصیتوں، علائق، احساسات، ضرورتوں اور میلانات جیسے ناشناختہ چیزوں کا حامل ہے اور معنوی توانائی، عقل، منطق اور فطرت جیسی چیزوں کی بنیاد پر پرورش قبول کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیت اور حیرت انگیز توانائی بھی رکھتا ہے، انہیں تمام باتوں کی بناپر انسان کی تربیت ایک مشکل موضوع اور ضروری مسئلہ ہے۔ نہ صرف

---

۱. دیکھئے، سورہ جمعہ، آیت ۲؛ سورہ بقرہ آیت ۱۵۱؛ سورہ آل عمران آیت ۱۶۴۔

اسلامی اور مشرقی دنیا میں اس کی ضرورت محسوس کی گئی ہے بلکہ یہ امر مغربی دانشوروں کی نظر سے بھی مخفی نہیں ہے اس سلسلہ میں کانٹ کا کہنا ہے:

"انسان جن مشکل اور اہم مسائل سے دوچار ہے، تعلیم وتربیت انہیں میں سے ایک مشکل مسئلہ ہے...انسان کے لئے دو مسائل بہت زیادہ مشکل ہیں ایک انسانوں پر حکومت کی نفی کا مسئلہ اور دوسرا انسان کی تعلیم وتربیت کا مسئلہ "[۱]۔

جب تعلیم وتربیت کا اثر قبول کرنے کے لئے انسان میں کسی طرح کی زمین ہموار نہ ہو تو اس وقت تعلیم وتربیت کی ضرورت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں انسان، حیوان کی مکمل شبیہ بن جائے گا اور تعلیم وتربیت نیز اس سے حاصل ہونے والی چیزوں جیسے ہنر، ادب، معنویت، فضیلت، اجتماعی رسوم اور انسانیت سے گریز ہوگا۔ دوسری طرف تعلیم وتربیت کے بغیر انسان اپنی حقیقی شخصیت سے غافل اور اپنی مستقل حیثیت وحقیقت سے ناآشنا رہ جائے گا۔ اس بناپر تعلیم وتربیت انسان کی ملکوتی روح کو اوج کمال تک پہونچاتی ہے اور اس کے حقیقی چہروں کو نمایاں کرتی ہے لہٰذا دینی اور الٰہی مفہوم کے ساتھ تعلیم وتربیت انسانی شخصیت اور اس کی حقیقی حیثیت کو زندگی عطا کرتی ہے اس وجہ سے دینی اور الٰہی تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے۔

۵. **اسلام میں تعلیم وتربیت کا مقام:** اسلام کے ظہور کے ساتھ ساتھ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعادت اور کمال بشر کا آخری لائحہ عمل پیش کردیا۔ جب لوگ جہالت اور بے ادبی کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے اس وقت آپ نے انہیں کسب علم وفضائل کی دعوت دی اور ہر مسلمان کے لئے حصول علم کو واجب قرار دیا[۲]۔ جو تعلیم وتربیت سے بے بہرہ ہے وہ اسلام کی نظر میں خشک بیابان میں بھٹکنے والے اس انسان کی طرح ہے جس کا انجام ہلاکت ہے[۳]۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ پیغمبرؐ انسان کے تزکیہ اور تعلیم کے لئے مبعوث ہوئے تاکہ انہیں آیات خدا اور حکمت کی تعلیم

---

۱. لہ تان، خوی، آموزش وپرورش فرہنگ ہاو جوامع، مترجم محمد یمین دوزی سرخابی، ج ا، ص ۱۱۔

۲. محمد بن یعقوب کلینی، اصول کافی، باب فرض العلم۔

۳. وَنُرَدُّ عَلَى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الأَرْضِ حَيْرَانَ ۔ ترجمہ: خدا نے ہماری ہدایت کی کیا اس کے بعد ہم اپنے عقیدہ سے پلٹ جائیں اس شخص کی طرح جس کو شیطانوں نے بیابان میں بھٹکادیا ہے اور وہ حیران ہو کر رہ گیا ہے۔ (سورہ انعام، ۷۱)۔

دیں[۱]۔امام زین العابدین علیہ السلام بھی اپنے فرزند کی تادیب، تربیت اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے سلسلہ میں خدا سے دست بدعا ہیں[۲]۔ایک طرف اگر تعلیم وتربیت سے مقصد کا تعین ہوتا ہے تو دوسری طرف اسلام میں اس کی بنیادیں وحی پر استوار ہیں لہٰذا مقاصد بھی بہت بلند ہوتے ہیں اور وہ انہیں معارف اور بنیادوں کی دین ہوتے ہیں ان مقاصد میں بڑی جامعیت ہوتی ہے ان میں باہمی ربط بھی ہوتا ہے۔ اعتقاد، معنویت، اخلاق، علم، تہذیب اوراجتماع وغیرہ کے محور پر اس کی تحقیق کی جاسکتی ہے۔ خداوند یگانہ کی پرستش کے مشترک محور ان مقاصد کی بنیاد ہیں یہ وہی چیز ہے جو جن وانس کی خلقت کا مقصد ہے[۳]۔ لہٰذا یہ کہاجاسکتا ہے کہ زندگی کے ذاتی اور عمومی تمام شعبوں میں انسان کی عبودیت ہی فطرت کی راہ میں قدم رکھنے کا باعث ہوتی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہاجائے کہ اسلام میں تعلیم وتربیت کاآخری مقصد، معرفت الٰہی کے سایہ میں قلبی درجات ومراتب میں اضافہ ہے تاکہ انسان تقرب خدا کی لیاقت پیدا کرے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام میں اصلی مقصد قرب الٰہی ہے تو مہدویت کی تعلیم جو قرآن وروایت کا منشاء ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے اور ان دونوں میں عام وخاص مطلق کی منطقی نسبت پائی جاتی ہے۔ مہدویت کی تعلیم جس کا نمونہ ہم پیش کریں گے در حقیقت وہ اسلامی تعلیم وتربیت کاایک حصہ ہے اور دونوں کا مشترک مقصد، قرب الٰہی ہے۔

مہدویت کی تعلیمات اور تعلیم وتربیت کا دوسرا اشتراک، مدارک وماٰخذ کا اشتراک ہے دونوں کا مدرک قرآن، سنت پیغمبر اور عقل ہے[۴] دونوں کا موضوع انسان ہے دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ مہدویت کی تعلیمات کے خواہاں منتظر اور تعلیم وتربیت کے خواہاں یعنی تربیت حاصل کرنے والے (مترّبی) کہے جاتے ہیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ اسلامی اور مہدویت کی تعلیمات میں یہ دونوں ایک ہوں۔

ب: تعلیم وتربیت پر مہدویت کی تعلیمات کا اثر

---

۱. هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ ترجمہ: وہ جس نے انہیں کے درمیان اپنا رسول بھیجا تاکہ ان پر اس کی آیتوں کی تلاوت کرے۔ انہیں پاک کرے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے (سورہ جمعہ، آیت ۲)۔

۲. واعنی علی تربیتهم وتادیبهم وبرهم، صحیفۂ سجادیہ، دعا ۲۵۔

۳. وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۔ترجمہ: ہم نے جن وانس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ (سورہ ذاریات، آیت ۵۶)۔

۴. علامہ محمد تقی جعفری، تعلیم وتربیت اسلامی جلد ۱، ص ۱۳ ۔

مہدویت کی تعلیمات، اسلامی تعلیم وتربیت میں بہت موثر بلکہ اس کا ایک حصہ ہیں، انسان کی بلندی، رشد، ہدایت، انتہائی کمال اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں، انسان کی ذہنی اور فکری پرورش کے لئے اس تعلیم الٰہی میں آسمانی رہنما، واسطہ اور وسیلہ ہیں جو درحقیقت خدا کے اسماء وصفات کا مظہر اور اس کے بندوں کی ہدایت کا چراغ ہیں۔

یوں تو مہدویت کی تعلیمات بہت زیادہ ہیں لیکن اس مقالہ میں فقط دو تعلیمات (معرفت امام عصرؑ اور انتظار) پر ہم روشنی ڈالیں گے اور دونوں باتیں بہت مفید نیز بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔ اس کے بعد ہم تعلیم وتربیت پر ان کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔

۱. **امام عصر(ع) کی معرفت:** انسان اور جنات کی خلقت کا مقصد خدا کی پرستش اور عبودیت ہے۔ اس کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ انسان اپنے اختیاری عمل عبودیت کی بناپر فضیلت کا حامل بنتا ہے اور یہی آخرت میں مستحق ثواب وعقاب بناتا ہے۔ انسان اپنی عقل سے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اسے اپنے خدا اور منعم کا بندہ ہونا چاہئے۔ عقل ہی بتاتی ہے کہ بندگی کا سلیقہ خدا ہی سے سیکھنا چاہئے خاص کر جب وہ یہ جانتی ہے کہ خدا نے ہمیں اپنے حال پر نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس نے اپنے رسولوں کو آئین بندگی سکھانے کے لئے ہمارے پاس بھیجا ہے۔

انبیاء اور ائمہ علیہم السلام انسانوں کو خداوند عالم کی صحیح بندگی کا راستہ بتائیں، یہی نبوت وامامت کا سب سے اہم فلسفہ ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندوں اور رسولوں میں پیغمبر اکرمؐ اور اہل بیت کرامؑ اس سلسلہ میں خصوصی مرتبہ اور مقام کے حامل ہیں[۱]۔ روایتوں میں ملتا ہے کہ ہر بشر کو جو امتیاز حاصل ہے وہ اسی خصوصیت (فضیلت اہل بیتؑ کی معرفت اور اقرار) کی بناپر ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نبوت تک کوئی پیغمبر نہیں پہونچا مگر اس وقت جب اسے ہمارے حق کی معرفت ہو گئی"[۲]۔

جب نبوت جیسا الٰہی منصب اس معرفت کے سبب حاصل ہو تو دوسرے امتیازات بطریق اولی اسی طرح حاصل ہوں گے[۳]۔ اسی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

"جو اپنے امام کی معرفت کے بغیر دنیا سے اٹھ جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے، جاہلیت بھی کفر ونفاق اور ضلالت کی جاہلیت"[۱]۔

---

۱. بحار الانوار، ج۲۶، ص۲۷۳و۳۱۵؛ کمال الدین وتمام النعمۃ، ج۴، باب ۲۳۔
۲. ما نبی نبی قط الا بمعرفۃ حقنا وبفضلنا علی من سوانا(بحار الانوار، ج۲۶، ص۲۸)۔
۳. بحا الانوار، ج۴۰، ص۹۶ و ج۲۴، ص۲۰۱۔

اسی طرح معرفت صرف ظاہری پہچان نہیں ہے بلکہ آسمانی رہنما اور امام کی صحیح، عمیق اور ہر پہلو کی معرفت ہے چاہے وہ سیاسی رہنمائی کی معرفت ہو یا قضاوت، دینی مرجعیت، معنوی، تکوینی اور تشریعی ولایت وغیرہ کی معرفت ہو، امام کی معرفت اور ولایت کی قبولیت کے بڑے انسان ساز اثرات ہیں اس سے انفرادی اور اجتماعی زندگی پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

احادیث پیغمبرؐ کو دیکھنے کے بعد امام کی شناخت کے مصداق معین ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں امام کی دونوں غیبتوں کی تشریح موجود ہے[۲]۔ قطعی دلیلوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عصر غیبت میں معرفت امام سے مراد، امام عصر(ع) کی معرفت ہے جو انسان کی تعلیم وتربیت پر بڑا گہرا اثر ڈالتی ہے۔

۲. **امام کی معرفت کا اثر تعلیم وتربیت پر:** تعلیم کا ربط انسان کی ذہنی اور فکری پہلو سے ہوتا ہے لیکن تربیت سے انسان کی اندرونی صلاحیتیں نکھرتی ہیں۔ منطق کی زبان میں ان میں عام وخاص مطلق کی نسبت ہے۔ تعلیم، تربیت ہی کا ایک حصہ ہے۔ ذہنی اور علمی تجزیہ کے مقام پر یہ دونوں مستقل اور الگ الگ تعریفیں ہیں لیکن اخلاق اسلامی میں یہ الگ الگ نہیں ہیں بلکہ دونوں مل کر پر معنی بنتے ہیں۔ تعلیم میں وہ مثبت اثر ہوتا ہے جو تربیت کو بھی اپنے ساتھ ساتھ لاتا ہے اسلامی معارف میں بغیر تربیت کی تعلیم کو ضرر رساں بتایا گیا ہے۔ اس کے اثرات منفی ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے وہی تعلیم بااثر ہے جس کے ساتھ تربیت بھی ہو اور وہ تربیت بافضیلت ہے جو علم وآگہی اور بصیرت کے زیر سایہ ہو اس وجہ سے معارف اسلامی میں لفظ تعلیم وتربیت ایک ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔

اس مقالہ میں تعلیم وتربیت پر امام کی معرفت (جو کہ مہدویت کی تعلیمات ہی کا ایک حصہ ہے) کے اثرات پر تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں ایک مرتبہ علم ونظر کے اعتبار سے پھر عمل کے اعتبار سے گفتگو ہوئی ہے۔ متعدد راستوں سے امام کی معرفت، تعلیم وتربیت پر اثر انداز ہوتی ہے ہم اس میں سے صرف تین راستوں یعنی معرفت خدا، حفظ دین اور خلافت الٰہی کے بارے میں بحث کریں گے۔

۱. معرفت خدا

---

۱. من مات و لایعرف امامہ، مات میتۃ جاهلیۃ، قال نعم قلت جاهلیۃ جھلاء او جاهلیۃ لایعرف امامہ؟ قال جاهلیۃ کفر ونفاق وضلال (اصول کافی، ج ۲، باب من مات ولیس لہ الامام (تیسری روایت) اسی طرح فرمایا: ”من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاهلیہ“ (قندوزی حنفی، ینابیع المودۃ، باب ۲۹، ص ۱۳۷، انتشارات حیدریہ، نجف)۔

۲. اصول کافی، ج ۲، باب ۹۳، ص ۱۶۱؛ کمال الدین وتمام النعمۃ، ج ۱، باب ۲۸، ص ۳۱۳۔

روایات واحادیث کے مطابق خدا کی صحیح معرفت بڑی اہمیت کی حامل ہے چونکہ تمام چیزیں اسی مرحلہ تک پہونچنے کا مقصد ہیں اس وجہ سے معرفت یا حضوری ہے یا حصولی۔ حضوری یا شہودی مرحلہ وہ مرحلہ ہے جسے انسان کسی واسطہ کے بغیر اپنے اندر خدا کی رضا کو پہچان لیتاہے یہاں تک کہ شہود کے ذریعہ خدا کی صفات کی شناخت بھی ممکن ہے البتہ حصولی معرفت کا تعلق واسطہ سے ہے اور یہ واسطہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جیسے علم وقدرت وحکمت یا پھر دوسرے ذرائع مثلاً نظم کائنات اور طبیعت وغیرہ کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے یا پھر اس کے جانشینوں کے وسیلہ سے پروردگار کی شناخت ہوتی ہے جو صفات الٰہی کی تجلی گاہ ہیں۔ مثلاً انبیاء اور ائمہ علیہم السلام اور انہیں میں امام عصر(ع) بھی شامل ہیں اس بناپر امام عصر(ع) کی معرفت میں نظری نقطہ نظر سے خدا کی صحیح معرفت شامل ہے۔ یہ امر انسان کے نظریہ کائنات کے ارکان واصول میں شمار کیاجاتاہے کیونکہ اس پر تربیت کے بہت سارے آثار مرتب ہوتے ہیں۔ ہم معرفت کی درخواست کی مشہور دعا میں کہتے ہیں:

"خدایا تو مجھے اپنی معرفت عطا کر اگر تو ایسی معرفت نہیں عطا کرے گا تو میں تیرے رسولوں کو بھی نہیں پہچانوں گا۔ پالنے والے! تو اپنے رسولوں کی معرفت عطا فرما، اگر ان کی معرفت نہیں عطا کرے گا تو میں تیری حجت کو بھی نہیں پہچانوں گا، خدایا تو اپنی حجت کی معرفت عطا کر اگر حجت کی معرفت نہیں عطا کرے گا تو میں گمراہ ہوجاؤں گا"[۱]۔

یہ دعا خدا کی حضوری معرفت پر بھی دلالت کرتی ہے اور حصولی معرفت پر بھی کیونکہ اگر کوئی خدا کو اسماء اور صفات کمال وجلال کے ذریعہ پہچانے تو یہ اس کی معرفت کا ایک راستہ ہے اگر وہ اس کی حکمت کے بارے میں معلوم کرتاہے تو یہ ہدایت بشر کے لئے انبیاء کا واسطہ ڈھونڈھتاہے تو یہ افراد خدا کے بندوں کے درمیان راہ سعادت کی نشاندہی کرنے والے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو خدا کی معرفت حاصل نہ ہوتی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہاجائے کہ ذات وصفات کے اقتضاء کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی معرفت اس کے برگزیدہ بندوں کی معرفت کی طرف پلٹتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی حجت خدا کو نہ پہچانے تو اپنے دین کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ اب جب حضرت مہدیؑ زمین پر حجت خدا اور خلیفۂ خدا ہیں تو جو

۱۔ اللھم عرفنی نفسک فانک ان لم تعرفنی نفسک لم اعرف رسولک اللھم عرفنی رسولک فانک ان لم تعرفنی رسولک لم اعرف حجتک اللھم عرفنی حجتک فانک ان لم تعرفنی حجتک ضللت عن دینی (اصول کافی، کتاب الحجہ باب فی الغیبۃ، پانچویں روایت) جب زرارہ نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر میں نے غیبت کا زمانہ درک کیا تو اس وقت میرا فریضہ کیا ہوگا، تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے زرارہ کو یہ دعا تعلیم دی تھی۔

ان کی معرفت نہ حاصل کرے وہ خدا کو نہیں پہچان سکتا اسی بناپر خدا کی معرفت حضوری معرفت ہے جو کہ امام کی معرفت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ ائمہ معصومین علیہم السلام دوسروں کا ہاتھ تھام کر صحیح راستہ سے مقصد تک پہونچاتے ہیں (ایصال الی المطلوب) اس وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"ہمارے ذریعہ خدا کی بندگی ہوتی ہے اور ہمارے وسیلہ سے وہ پہچانا جاتاہے ہمارے ذریعہ خدا کی توحید متحقق ہوتی ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجاب خدا ہیں"[۱]۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پیغمبرؐ کے اوصیاء خدا کی طرف رخ کرنے کا دروازہ ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو خدا نہیں پہچانا جاتا۔ خدا نے ان کے وسیلہ سے مخلوق پر اپنی حجت تمام کی ہے"۔

تو معلوم ہوا کہ امام کی معرفت واجب ہے، یہ تعلیمات مہدویت کا ایک جزء اور خدا کی معرفت کا ایک ذریعہ ہے۔ امام خلیفۂ خدا ہوتاہے، اس کے اسماء وصفات کا مظہر ہوتاہے وہ لوگوں کے سامنے معرفت کی صحیح تصویر پیش کرسکتاہے تاکہ لوگ گمراہی اور غلط عقیدہ کا شکار نہ ہوجائیں، امام کی معرفت تعلیمات مہدویت کا ایک اثر ہے۔

علمی اور تربیتی رخ سے یہ کہنا چاہئے کہ اس طرح کی صحیح معرفت، غیبت امام کے زمانہ میں انحراف اور بدبینی سے بچاتی ہے، ولایت وامامت کو عملی شکل میں قبول کرنے کے سلسلہ میں ثبات قدم عطا کرتی ہے اور اس ثبات ومعرفت کے نتیجہ میں انسان آگاہانہ عمل کرتاہے۔ امام زین العابدینؑ نے ابو خالد کابلی سے فرمایا:

"ہم اہل بیت سے قیام کرنے والے کی دو غیبت ہے، اس میں سے ایک کی مدت طولانی ہوگی اتنی طولانی کہ ان (حضرت مہدیؑ) کی امامت پر ایمان رکھنے والے زیادہ تر لوگ اس امر سے پھر جائیں گے، ثابت قدم صرف وہ رہے گا جس کا یقین محکم اور معرفت صحیح ہو، اس کے لئے ہمارے احکام کا قبول کرنا سخت نہ ہو اور وہ ہم اہل بیت کا فرمانبردار ہو"[۲]۔

---

۱. بناعبد اللّٰہ وبنا عرف اللّٰہ وبنا وحد اللّٰہ تبارک اللّٰہ تعالیٰ ومحمد حجاب اللّٰہ تبارک وتعالیٰ اصول کافی (کتاب التوحید، باب النوادر (دسویں روایت) اس حدیث میں حجاب، واسطہ کے معنی میں ہے۔

۲. ان للقائم مناغیبتین احدھما اطول من الاخری فیطول امدھا حتی یرجع عن ھذ الامرا کثر من یقول بی فلایثبت الا من قوی یقینہ وحت معرفتہ ولم یجف فی نفسہ حرجا مما قضینا وسلم لنا اھل البیت (کمال‌الدین وتمام النعمۃ، باب ۳۱، آٹھویں روایت)۔

لہٰذا صحیح راستہ بتائے جانے کے بعد ان کے اقوال کی صحیح معرفت، انسان کو میدان عمل میں اس طرح ثابت قدم رکھتی ہے کہ وہ اسلام کے نورانی احکام پر عمل کرنے میں خستگی نہیں محسوس کرتا بلکہ علم وآگہی کی بناپر وہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

۲. حفظ دین

اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبروں پر قوانین کا مجموعہ یعنی دین نازل کیا، ان کے اوصیاء بھی دین کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ رسول خداؐ پر نازل ہونے والا دین اسلام بھی آپ کے اوصیاء (بارہ امام) کے ذریعہ محفوظ ہے لہٰذا امام کی معرفت، محافظین دین کی معرفت ہے اور یہ محافظین، دین کے معلم اور ترجمان ہیں بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین کے محافظین (امام) کی معرفت ہی دین کی معرفت ہے جنہیں نہ پہچاننے کی صورت میں گمراہی اور ضلالت دامن گیر ہوجاتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے زرارہ سے معرفت کی دعا کرنے کی تاکید کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ زرارہ اس طرح دعا کرو:

"خدایا! اگر تو اپنی حجت کی معرفت نہیں عطا کرے گا تو میں دین سے گمراہ ہوجاؤں گا"[۱]۔

یہ گمراہی صرف اس لئے نہیں ہے کہ امام کی معرفت نہ ہونے کی بناپر انسان، احکام دین کی معرفت حاصل نہ کرسکے گا اور دین کو نہیں سمجھ پائے گا۔ یہ امر تو مسلم ہے کہ احکام (فروع) دین کو صرف اہل بیتؑ سے حاصل کرنا چاہئے لیکن اس سے اہم شئے اصول دین اور اعتقاد کا مسئلہ ہے۔ امام کی معرفت، اعتقادات کا محور اور ان کا نچوڑ ہے۔ کیونکہ امام کے وجود ہی کی بناپر انسان کو تمام صحیح عقائد مل سکتے ہیں۔ عبد اللہ بن سنان کہتے ہیں کہ غیبت امام کے زمانہ کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے بتایا ہے کہ:

> "تم مستقبل میں شبہات میں مبتلا ہوجاؤ گے اور کسی نشانی اور ہدایت کرنے والے امام کے بغیر رہ جاؤ گے۔ ایسی صورت میں نجات اسی کو ملے گی جو دعائے غریق پڑھتا رہے گا... اور وہ دعا اس طرح ہے۔ اے خدا، اے رحمان، اے رحیم، اے دلوں کو منقلب کرنے والے، ہمارے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ"[۲]۔

---

۱. اللهم ان لم تعرفنی حجتک ضللت عن دینی (اصول کافی، کتاب الحجۃ، باب فی الغیبۃ، پانچویں روایت)۔

۲. تصیبکم شبهۃ فتبقون بلا علم ولا امام هدیٰ لاینجو منها الا من دعا من بدعاء غریق... یا الله یا رحمن یا رحیم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔ (بحار الانوار، جلد ۲، ص ۱۴۹)۔

اس دعا کا نام بھی غور طلب ہے ڈوبنے والے کی دعا۔ یعنی جو شخص عصر غیبت (ع) میں فتنہ، شبہ اور بلاؤں میں مبتلا ہے اور جسے کسی نجات دینے والے کے بغیر اپنے بچنے کی امید نہیں ہے وہ غریق ہے۔ اس دعا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس موقع پر کس سے مدد حاصل کرنی چاہئے، عصر غیبت میں، ظاہری طور پر امام زمانہ (ع) ہمارے درمیان نہیں ہیں جس کی وجہ سے انسانوں کو متعدد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس سے وہ حیران وسرگردان ہو جاتا ہے، ایسے مواقع پر اسے صرف اور صرف اللہ سے مدد مانگنی چاہئے۔ ایسے وقت میں سنت الٰہی کی بنا پر مظہر تعلیمات الٰہی، نبوت وامامت کے ذریعہ سے الٰہی امداد کا چشمہ جاری ہو کر انسانوں تک پہونچتا ہے۔ اس کے علاوہ، اس وقت احکام دین پر عمل کر کے اور ان کی پناہ میں جانے سے ثبات قلب کا جوہر پیدا ہوتا ہے حالانکہ دین کے مفسر اور بیان کرنے والے امام، رہنما اور ہادی بھی ائمہ ہی ہیں۔

بعض روایات کی بنا پر غیبت کے زمانہ میں دین کی حفاظت بہت مشکل ہے لیکن معرفت امام کی بدولت اور ہدایت امام کے سایہ میں دینداری ممکن ہے اور یقیناً کچھ ایسے لوگ بھی ہیں[1]۔

رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کے مجمع میں دعا فرمائی:

> "خدایا ہمارے بھائیوں کو ہمارا دیدار کرادے!
>
> اصحاب نے تعجب سے پوچھا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: نہیں تم ہمارے اصحاب ہو، وہ آخر زمانہ میں ہمیں دیکھے بغیر ایمان لائیں گے۔ ماں کے رحم اور باپ کے صلب سے خارج کرنے سے پہلے خدا نے ہمیں ان کے آباء واجداد کے نام بھی بتادیئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اپنے دین پر ثابت قدم رہنا رات کی تاریکی میں قتاد کی خار دار جھاڑی کاٹنے سے زیادہ سخت ہے یا غضا[2] درخت کی لکڑی کا انگارہ ہاتھ میں لینے کے مترادف ہے۔ یہ تاریکی کو روشن کرنے والے چراغ کی مانند ہیں خدا انہیں ہر تیرہ وتار فتنہ سے نجات دے گا؟"[3]۔

---

۱. اس سلسلہ میں پیغمبرؐ سے منقول ہے کہ "یا علی واعلم ان اعجب الناس ایماناً واعظمهم یقیناً قوم یکونون فی آخر الزمان لم یلحقوا النبی وحجتهم الحجه فامنوا بسواء علی بیاض" (کمال الدین تمام النعمہ، باب ۲۵، آٹھویں روایت)۔

۲. غضاء ایک ایسے درخت کا نام ہے جس کی لکڑی جلانے سے اس میں دیر تک حرارت موجود رہتی ہے اسی وجہ اس کا کوئلہ اچھے قسم کا مانا جاتا ہے۔

۳. اللهم لقنی اخوانی گ لا انّکم اصحابی واخوانی قوم فی آخر الزمان آمنوا ولم یرونی لقد عرفنیهم الله باسمائهم واسماء آبائهم من قبل ان یخرجهم من اصلاب آبائهم وارحام امهاتهم لاحد هم اشد بقیة علی دینه من خرط القتاد فی الیلة الظلماء او کالقابض علی حمر الغضاء اولئک مصابیح الدجیٰ۔ ینجیهم الله من کل فتنة غبراء مظلمة (بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۲۴)۔

مشقتوں اور طاقت فرسا سختیوں کے ساتھ دین اور دینداری کا تحفظ آخرت کے اجر کا باعث ہے اور یہ امام عصر کی معرفت اور عملی ولایت قبول کئے بغیر ناممکن ہے۔ اس بنا پر مسلمانوں خصوصاً سچے منتظرین کے لئے اس مسئلہ کا علم، راہ سعادت متعین کرنے اور راہ گشائی کا باعث ہے۔ یہ چراغ ہمارے درمیان موجود ہے اور انسان اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اور اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ، ان تعلیمات سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے اور ان پر عمل کرسکتا ہے۔

البتہ جن افراد میں علم و معرفت کا پہلو زیادہ ہوتا ہے، یہ علم انہیں عمل کی ہدایت کرتا ہے اور صلاحیتوں کو ابھارنے کی دعوت دیتا ہے لہٰذا غیبت کے زمانہ میں امام عصر(ع) کی معرفت اسے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ تحفظ دین، فقط امام کی معرفت کے ذریعہ ہی ممکن ہے مقام تربیت میں بھی اس سے دیندار اور ثابت قدم انسان بنتے ہیں کیونکہ دینداری معرفت اہل بیتؑ اور ان کی ولایت قبول کرنے کے سوائے کچھ اور نہیں ہے۔ اس وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے "إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الإِسلَامُ"[1] کے ذیل میں دین اسلام کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی باتوں کا ماننا اور آپ کی ولایت کا تسلیم کرنا ہی اسلام ہے[2]۔

البتہ اس کا نتیجہ خدا کے سامنے سر تسلیم خم کردینا ہے کیونکہ تسلیم اور بندگیٔ خدا کی روح پر دینداری کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ خارجی عمل ہے اور اسی روح و حقیقت کی بنیاد پر عمل میں قدر و قیمت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ خلافت الٰہی

امام عصر(ع) کی معرفت کی راہ میں انسان کو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ائمہ معصومینؑ زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں اور ذات باری سے وہ مرتبط ہیں اور دوسرے افراد خدا کی رضا اور ناراضگی نیز قرب الٰہی کے لئے بندگی کا راستہ بھی حقیقی خلفاء کے ذریعہ معلوم کرتے ہیں اور یہی خدا کی مرضی ہے۔ "میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"[3]۔

۱۔ خدا کے نزدیک حقیقت دین تو اسلام ہے۔ (سورہ آل عمران، آیت ۱۹)۔

۲۔ التسليم على بن ابى طالب بالولايه، سید ہاشم بحرانی، تفسیر برہان، ج ۱، ص ۲۷۴۔

۳۔ انِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَة (سورہ بقرہ، آیت ۳۰)۔

جانشین وہ ہے جو کسی کی غیبت میں اس کے تمام امور انجام دے لہٰذا ائمہؑ خلیفۂ خدا اور حدود و احکام الٰہی بیان کرنے والے ہیں اور فہم کلام الٰہی کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ ان کو نہ تو نظر انداز کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کے بغیر سعادت کا راستہ طے ہو سکتا ہے لہٰذا ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے اور یہ محض طریقت نہیں ہے بلکہ ان کے ذریعہ دستور الٰہی کو حاصل کرنا موضوعیت رکھتا ہے۔

خداوند عالم نے اپنے اسماء وصفات بیان کر کے درحقیقت انسانوں کو اپنی طرف بلایا ہے[1] اور وہ انہیں مسافر سمجھتا ہے جو آخرت میں اس سے ملاقات کریں گے[2]۔ اسماء وصفات کی طرف جادہ پیمائی یعنی علم وحکمت اور قسط وعدل وغیرہ کی طرف بڑھنا جو حقیقتاً خدا کی طرف جانا ہے۔ اس ملکوتی سفر میں جو جتنی زیادہ کوشش کرے گا خدا سے اس کا تقرب اتنا ہی زیادہ ہوگا[3]۔

اولیاء خدا اور پیغمبروں نے اطاعت کے ذریعہ حیات حقیقی اور ان صفات سے متصف ہونے کے لئے قدم آگے بڑھائے پھر وہ طاقت، علم وعدل جیسے صفات سے متصف ہوگئے۔ انہوں نے تعلیم اسمائے الٰہی اور ان پر عمل کر کے دوسروں کی ہدایت کا بھی بیڑا اٹھایا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ وہ خلیفہ بھی تھے اور خلیفہ پرور بھی۔ اسی وجہ سے امام کی شناخت کا ایک مرحلہ مقام خلافت الٰہیہ کی معرفت کا مرحلہ بھی ہے اور اس میں تعلیمی پہلو بھی ہیں۔ ائمہ کے اقوال سے استفادہ اور ان کی اطاعت (ولایت عملی کی قبولیت) اور اولیائے خدا کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا در حقیقت دستور الٰہی کی پابندی ہے۔ اس طرح تربیت پانے والے خود بھی خلیفۂ خدا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ عام انسانوں اور معصوم میں بہت فاصلہ ہے اور قابل مقایسہ نہیں ہیں لیکن اوصاف الٰہی سے متصف ہو جانا تمام انسانوں کے لئے ممکن ہے اور اپنی روحانی ومعنوی توانائی کے بقدر ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے لہٰذا اس راہ میں ولی خدا یعنی امام عصرؑ کی معرفت انسان کو تعلیمی اعتبار سے مقام خلافت الٰہی سے آشنا کر دیتی ہے اور وہ یہ سمجھ جاتا ہے کہ اسماء وصفات الٰہی کی تعلیم اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے یہ خلافت حاصل ہوتی ہے۔

---

۱. وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ ترجمہ: خدا نے آدم کو تمام اسماء (معانی) سکھادئے (سورہ بقرہ، آیت ۳۱)۔

۲. يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحاً فَمُلَاقِيهِ۔ ترجمہ: اے انسان تو اپنے رب کی طرف کھنچا چلا جارہا ہے اور تو اس سے ملاقات کرے گا۔ (سورہ انشقاق، آیت ۶)۔

۳. عبد اللہ، جوادی آملی، تفسیر موضوعی قرآن کریم، ج ۱۴، ص ۲۸۰، انتشارات اسراء۔

اس طرح وہ احکام واقعی اور فریضۂ بندگی پر عمل کر کے اپنے نفس کی تربیت کرتا ہے اور آخر کار وہ الٰہی اور نورانی انسان روئے زمین پر خدا کا نمائندہ ہوتا ہے اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مقام و منصب الٰہی کی معرفت ہی معرفت امام ہے اور خلافت الٰہیہ بھی ایک منصب ہے جو دوسروں کی تعلیم و تربیت میں بہت موثر ہے، آیات و روایات میں اس منصب پر بہت ساری دلیلیں موجود ہیں[1]۔ ان میں سے ایک نمونہ کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"امام، خدا کی مخلوق کے درمیان اس کا امین ہے، بندوں پر حجت ہے، زمین پر اس کا خلیفہ ہے، اللہ کی طرف دعوت دینے والا ہے، حرمت خدا کا دفاع کرنے والا، گناہوں سے پاک، عیوب سے مبرا، سارے علوم اس سے مخصوص ہیں، اور حلم کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے دین کا نظام اور مسلمانوں کی عزت و سربلندی کا باعث ہے اسے دیکھ کر منافقین غضبناک اور کافرین نیست و نابود ہوتے ہیں"[2]۔

اس حدیث میں امام کی بعض خصوصیات جیسے علم، حلم، برائیوں سے مبرا ہونا وغیرہ کے ذریعہ مقام حجت خدا اور خلافت الٰہیہ کو بخوبی بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث علم و عمل کے سلسلہ میں ہمارے فریضہ کو دوچند کر دیتی ہے کیوں کہ جو شخص خلافت الٰہیہ کے راستہ پر گامزن ہے وہ چاہے مقصد تک پہونچ کر کامل ہو گیا ہو یا راستہ میں ہو دونوں صورتوں میں انسان کو مسلسل جہاد بالنفس کے ذریعہ صفات الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے[3]۔

ج: انتظار کا اثر تعلیم و تربیت پر

تعلیمات مہدویت کی اہم ترین بنیاد انتظار ہے اور تعلیم و تربیت پر اس کا بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔ روایات میں انتظار بہ معنای خاص یعنی امام عصر (عج) کی آمد کا انتظار بڑی عبادتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

"انتظار فرج سب سے افضل عبادت ہے"[4]۔

---

۱. اصول کافی، کتاب الحجۃ، باب ان الائمہ خلفاء اللّٰہ عز و جل (سورہ مائدہ، آیت ۵۵ و ۵۶، سورہ احزاب، آیت ۶، سورہ حشر، آیت وغیرہ)۔

۲. الامام امین اللہ فی خلقہ وحجۃ علی عبادہ وخلیفتہ فی بلادہ والداعی الی اللہ والذاب عن حرم اللہ۔ الامام المطہر من الذنوب والمبراء عن العیوب، المخصوص با العلم، الموسوم بالحلم، نظام الدین وعز المسلمین وغیظ المنافقین وبوار الکافرین (اصول کافی، کتاب الحجہ، باب نادر جامع فی فضل الامام وصفاتہ، پہلی روایت)۔

۳. تفسیر موضوعی قرآن کریم، ج ۱۵، ص ۲۸۷۔

۴. افضل العبادۃ انتظار الفرج (لطف اللہ صافی گلپائگانی، منتخب الاثر، فصل ۱۰، باب ۳، سولہویں روایت)۔

اس کے علاوہ انتظار کی خاص فضیلت ہے۔ امام غائب (حضرت مہدی) کے ظہور کا انتظار کرنے والے ہر زمانہ کے سب سے بافضیلت افراد ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے ابو خالد کابلی سے فرمایا:

"اے ابو خالد! ان (حضرت مہدی) کی غیبت کے زمانہ میں ان کی امامت پر عقیدہ رکھنے والے اور ان کے ظہور کا انتظار کرنے والے ہر عہد کے لوگوں سے برتر اور بافضیلت ہیں"[۱]۔

انتظار ظہور کی اتنی اہمیت اور فضیلت ہے کہ اگر کوئی شخص اس حالت میں دنیا سے گذر جائے تو وہ گویا حضرت(ع) کے ساتھ ایک ہی خیمہ میں رہا ہو یا اس نے آپ کے ساتھ مل کر تلوار چلائی ہو بلکہ اس سے بھی بالاتر کہ گویا اس نے رسول خداؐ کے رکاب میں لڑتے لڑتے شہادت حاصل کی ہو[۲] چونکہ یہ افراد درحقیقت امام غائب پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور آپ کے ظہور کا انتظار بھی کر رہے ہیں۔ اس عقیدہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور یہ انتظار ایسا انتظار ہے جو تحریک کی کیفیت طے کرتا ہے تاکہ اس سے خدا کی بندگی کا سب سے کامل جلوہ نمایاں ہو۔ ایسے اشخاص کے تمام فضائل اور درجات انتظار کی وجہ سے ہیں۔ لہٰذا انتظار کمال و ارتقاء عطا کرتا ہے۔ اس لفظ کے متعدد زاویے اور بہت ہی لطیف، دقیق اور عمیق معنی ہیں جس میں ہر معنی، انتظار کا ایک شعبہ ہے۔ کلی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ فرہنگ مہدویت میں حقیقت انتظار کو موعود، انسان کامل وامام معصوم کی شدت سے ضرورت ہے جو خداوند عالم کی اجازت سے اور وحی کے ذریعہ عالمی عادلانہ حکومت تشکیل دے اور دنیا کو غایت مطلوب تک پہنچائے لہٰذا یہاں انتظار سے مراد وہی انتظار فرج ہے۔

اسلام کی قدرت، ظہور امام اور آپ کی عالمی حکومت کا انتظار ہے[۳]۔ اس انتظار کے دو اہم مقاصد ہیں اور خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کے یہاں بھی یہ دونوں مقاصد پائے جاتے ہیں۔ خالق اور بندہ[۴] کے درمیان صحیح رابطہ پیدا کرنا اور دوسرا معاشرہ کے افراد کے درمیان نیک رابطہ قائم کرنا[۵] اسی بنیاد پر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی موعود کا انتظار پہلی منزل میں استقرار عدالت کا انتظار ہے۔

---

۱. یااباخالدان اهل زمان غیبته القائلین بامامته والمنتظرین لظهوره افضل من اهل کل زمان (کمال الدین و تمام النعمة، ج ۱، باب ۳۱، دوسری روایت؛ طبرسی، الاحتجاج، ج ۲، ص ۵۰)۔

۲. امام صادقؑ نے فرمایا من مات منکم وهو منتظر لهذا الامر کمن هو مع القائم فی فسطاطه... لا بل کمن فارع معه بسیفه... لا والله الا کمن الستشهد مع رسول الله (بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۲۶، روایت ۱۸)۔

۳. امام خمینی نے فرمایا انتظار فرج اسلام کی قدرت کا انتظار ہے (صحیفۂ نور، ج ۲۰، ص ۱۹۶)۔

۴. یٰاَیُّهَا النَّبی اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاهِداً وَّمُبَشّراً وَّنَذِیْراً وَدَاعِیاً اِلَی اللّٰه بِاِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِیراً (سورہ احزاب، آیت ۴۶،۴۵)۔

۵. لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (سورہ حدید، آیت ۲۵)۔

بہر حال صحیح، مثبت اور معاشرہ ساز انتظار، انسان کے لئے تعلیم وتربیت کے نئے پہلو پیش کرتا ہے اور پھر اس کی پرورش کر کے سعادت کی منزل تک پہونچاتا ہے۔ زندگی کے انفرادی اور اجتماعی تمام شعبوں میں انتظار رشد واصلاح، مقاومت وترقی، بیداری وبقائے معاشرہ اور تحریک قیام کا سبب ہے۔ دراصل امام مہدی(ع) کے عالمی قیام کی اصل بنیاد یہی ہے اس سلسلہ میں انتظار کے بہت سے آثار ہیں اس وقت صرف تعلیم وتربیت سے مربوط چند نمونے پیش کئے جارہے ہیں:

۱. امید افزا

موجودہ حالت سے ناراضگی اور نئی حالت کی امید کا نام، انتظار ہے اس سے انسان کے اندر مستقبل کے لئے اعتماد اور امید کی لہر زندہ ہو جاتی ہے۔ انتظار ہی راہ خیر وصلاح میں مبارزہ کرنے کی طاقت عطا کرتا ہے اور دل سے خوف نکال دیتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ انتظار وامید کو گوندھ کر انسان کی ماہیت تیار کی گئی ہے اس کے بغیر زندگی کا کوئی مفہوم نہیں رہ جاتا۔ مستقبل کے لئے اس کے بغیر زندگی کی رونق چھن جاتی ہے۔ بے امید کل کی طرف قدم بڑھانا ممکن نہیں ہے۔ انتظار امید عطا کرتا ہے اور ناامیدی کے حوصلہ شکن اثر کو ختم کردیتا ہے۔ تعلیمی پہلو سے انتظار کی بنا پر لوگ روشن مستقبل، نفاذ عدالت، عالمی اسلامی حکومت اور ایک الٰہی طاقت کی حامل شخصیت کے ظہور کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور تربیتی پہلو سے انفرادی اور اجتماعی تمام شعبوں میں مکمل تیاری، حقیقی زندگی کی تلاش جس سے آخرت سنور جائے، اسلامی تعلیمات پر عمل اور امام(ع) کی رضا کا حصول (جو رضائے الٰہی کا حصول ہے) انتظار کی دین ہے۔ حضرت امام مہدیؑ کی مخصوص زیارت میں ہم صبح وشام پڑھتے ہیں کہ:

"ونصرتی معدة لکم" میں آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں۔

انتظار، امام غائب کی معرفت، علم وآگہی اور وعدہ الٰہی کی فرع ہے۔ اس طرح کی باتوں نے امید کی روح کو زندہ رکھا ہے، اس سے معاشرہ کے افراد کی تعلیم وتربیت میں بہت مدد ملتی ہے۔ تعلیمی نقطہ نظر سے پر امید افراد توحیدی نظریہ کے حامل ہیں۔ ان کی نگاہ میں دنیا کے تمام امور زیر فرمان الٰہی ہیں، سخت اور متزلزل کردینے والے حالات میں انہیں وعدہ خداوند عالم کا مکمل یقین ہوتا ہے۔ ان کی نظر میں زمین کی حکومت اس کے حقیقی وارثوں سے مخصوص ہے[۱]۔ اور اس بات کا یقین ہے کہ انہیں کو کامیابی ملے گی[۱]۔ اسے یہ بھی

---

۱. وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الأَرْضِ۔ (سورہ قصص، آیت ۵-۶)۔

معلوم ہے کہ سنت الٰہی کیا ہے اور اس کے لئے کیونکر مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر لوگوں میں موجودہ صورت حال بدلنے کی خواہش نہیں ہے اور انہیں کامیابی کی امید نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی حالت کو نہیں بدلے گا[۲]۔ اسی طرح وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ امکانی حد تک تمام شعبوں میں انسان کو آمادہ اور تیار رہنا چاہئے[۳]۔

۲. اپنی اصلاح

انتظار ایک ایسا لفظ ہے جس میں اُبوّت کی طرح دو پہلو ہوتے ہیں۔ ابوت یعنی باپ ہونا اس میں جب تک بیٹے کا تصور نہیں آئے گا باپ ہونا سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اسی طرح لفظ انتظار کے بعد منتظِر (انتظار کرنے والا) اور منتظَر (جس کا انتظا کیا جائے) کا تصور خود بخود پیدا ہوتا ہے اس لفظ پر غور وفکر کرنے سے انسان کو مثبت نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے ہم یہ بات پیش کر چکے ہیں کہ انتظار کی حالت نفی واثبات سے مرکب ہے۔ نفی یعنی فساد، ظلم، انحطاط اور اختلال کی بیخ کنی۔ اثبات یعنی اصلاح معاشرہ اور اسلامی اخلاق اور اقدار کی کارفرمائی، لہٰذا جو شخص دنیا کے سب سے برتر انسان یعنی معصوم اور حجت الٰہی کے انتظار میں ہے اسے اپنی اصلاح کے بعد عمل کے میدان میں قدم رکھتے ہوئے، دینی احکام وقوانین پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ ایک روز امام مہدی(ع) کا ظہور ہوگا اور عدل وانصاف پر مبنی عالمی حکومت کی تشکیل ہوگی اور کچھ باصلاحیت افراد آپ کی مدد کریں گے، اس بات کا علم انتظار کرنے والے میں جذبہ پیدا کرتا ہے اور اس کے عزم میں پختگی لاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے امام کے زیر تربیت اپنی اندرونی صلاحیتوں اور روحانی طاقتوں میں مزید شگفتگی پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔

اس طرح یہ لوگ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ آنحضرت(ع) کے ظہور کے لئے بھی زمین ہموار کریں گے۔ انتظار کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ انسان احکام الٰہی کی پابندی اور گناہوں سے پرہیز کے ذریعہ اپنے نفس کو سنوارے، اپنے کردار وگفتار پر نظر رکھے اور روز بروز امام(ع) سے اپنے تعلق کو مضبوط کرے اور خود کو ظہور امامؑ کے لئے آمادہ کرے۔ اس کے علاوہ اس بات کا معلوم ہونا کہ امام کا ظہور ناگہانی ہے اور بعد میں

---

۱. كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَ رُسُلِي... (سورہ مجادلہ، آیت ۲۱)۔

۲. إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّي يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ (سورہ رعد، آیت ۱۱)۔

۳. وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ (سورہ انفال، آیت ۶۰)۔

خودسازی اور اصلاح کا موقع نہیں ملے گا،انسان کو مذکورہ تعلیمات پر بھرپور عمل کرنے کی طرف راغب کرے گا۔امام زمانہ (ع) ارشاد فرماتے ہیں:

"جو چیزیں ہماری دوستی کا موجب ہیں تم انہیں اختیار کرو اور جو ہماری ناراضگی کا سبب ہیں ان سے دور رہو کیونکہ ہمارا حکم یک بیک پہونچے گا، اس وقت توبہ کسی کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا اور گناہوں سے پشیمانی اس وقت کسی کو ہماری سزا سے نہیں بچائے گی"[۱]۔

اس بناپر انتظار بذاتہ انفرادی تعلیم وتربیت، خودسازی اور اپنی اصلاح میں بہت موثر ہے۔

۳. دوسروں کی اصلاح

انتظار کا ایک دوسرا تربیتی اثر دوسروں کی اصلاح یعنی معاشرہ کی اصلاح بھی ہے۔ معاشرتی اور ذاتی سطح پر ہر اصلاح، ظہور وقیام امام (ع) کے لئے زمین ہموار کرتی ہے چونکہ ظہور کی شرط یہ ہے کہ لوگ ہر جہت سے آمادہ ہوں اور عوام الناس کی تعلیم وتربیت اس کی ایک جہت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ تعلیم وتربیت کا نتیجہ بندوں کا صالح بن جانا ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

"ہمارے صالح بندے زمین کے وارث ہوں گے"[۲]۔

انتظار کی بناپر معاشرہ کے افراد دوسروں کی اصلاح بھی کریں گے جس کی وجہ سے اخلاق وفضائل کی ترویج ہوگی اور اس طرح معاشرہ ایک نمونہ مہدوی معاشرہ بنے گا اس لئے کہ وہ ایسے شخص کا انتظار کررہے ہوں گے جس کی حکومت وعدالت عام ہوگی اسی وجہ سے ایسے معاشرہ میں اسلامی تعلیمات مثلاً امر بالمعروف ونہی عن المنکر، گناہوں سے پرہیز، فساد کی روک تھام، عزت وسربلندی، مومنین کے سامنے فروتنی، وعظ ونصیحت کی توسیع، اخلاقی اقدار اور فضائل انسانی کی تقویت وغیرہ کو رونق حاصل ہوگی۔ اس طرح مہدوی معاشرہ کی بنیادیں مضبوط ہوں گی اور سماج کا ہر شخص ایک ایسی مشعل بن جائے گا جس سے دوسروں کی ہدایت ہوگی۔ حضرت علیؑ نے ایسے افراد کا وصف یوں بیان فرمایا ہے:

"وہ ہدایت کی مشعل اور روئے زمین پر واضح نشانی ہیں، جو چغلی، تفرقہ اندازی اور فساد پھیلانے سے بیزار ہیں، خدا ان پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے"[۳]۔

---

۱. فلیعمل کل امری منکم بما یقرب به من محبتنا ویتجنب مایدنیه من کراهتنا وسخطنا فان امرنا بغتة فجاة حین لاتنفعه توبة ولاینجیه من عقابنا ندم علی حوبة و...(الاحتجاج، ج ۲، باب ذکر طرف مما خرج ایضاً عن...(ص ۴۹۵)۔

۲. أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (سورہ انبیاء، آیت ۱۰۵)۔

۳. نہج البلاغہ، ترجمہ وشرح صبحی صالح، ص ۱۴۹، خطبہ ۱۰۳۔

مہدویت کی تعلیمات صرف انسانوں کی تعلیم وتربیت پر اثر انداز نہیں ہوتیں بلکہ ان سے انسان کی اندرونی صلاحتیں بھی شگفتہ ہوتی ہیں۔ یہ تعلیمات، سعادت بشری کی ذمہ دار ہیں اور مہدوی تعلیمات نہ صرف یہ کہ انسان سازی اور دنیاوآخرت کی سعادت وکمال کا سلیقہ سکھاتی ہیں بلکہ وہ اس کی ضامن بھی ہیں اوراس کے علاوہ دوسرے طریقے گمراہی ہیں۔

منابع و مآخذ

۱. ابن منظور، لسان العرب، انتشارات دار صادر، بیروت۔
۲. امیر حسین بانکی پور واحمد قماشچی، تعلیم وتربیت از دیدگاہ مقام معظم رہبری، ج ۱، نشر مرکز مطالعات تربیت اسلامی، ایران۔
۳. راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مطبوعہ مکتب مرتضویہ، ایران۔
۴. سید مہدی صانعی، پژوہش در تعلیم وتربیت اسلامی، مطبوعہ سناباد، مشہد، ایران۔
۵. شیخ الصدوق، کمال الدین وتمام النعمہ ،ج ۱، انتشارات مسجد مقدس جمکران، قم، ایران۔
۶. عبداللہ جوادی آملی، تفسیر موضوعی قرآن کریم ج ۱۴، انتشارات اسراء، ایران۔
۷. علامہ محمد تقی جعفری، تعلیم وتربیت اسلامی جلد، انتشارات پیام آزادی، ایران۔
۸. غلام رضا غیاثی، تعلیم وتربیت در اسلام، جلد ۱، انتشارات بیان الحق، ایران۔
۹. لہ تان خوی، آموزش وپرورش، فرہنگ ہا وجوامع، ترجمہ محمد یمینی دوزی سرخانی، ج ۱، انتشارات دانشگاہ شہید بہشتی، تہران، ایران۔
۱۰. مجید رشید پور، آشنائی با تعلیم وتربیت اسلامی، جلد ۶، نشر انجمن اولیاء ومربیان، ایران۔
۱۱. محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، جلد ۵۲، نشر دار التعارف، بیروت۔
۱۲. محمد بن یعقوب کلینی، اصول کافی، باب فرض العلم، انتشارات گل گشت، ایران۔
۱۳. محمد حسن رحیمیان، اخلاق وتربیت اسلامی، نشر سمت، ایران۔
۱۴. محمد علی سعادت، اخلاق اسلامی، مطبوعہ دفتر نمائندگی رہبری در دانشگاہہا، ایران۔